

حضرت العلامة حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی!



دوامِ حدیث

# ایک اسلام

آگے لکھتے ہیں:

(۶) امتیاز رنگ و نسل:

”ایاکم و ذی الاعاجم“

کہ تم لوگ اہل عجم کے لباس سے بچو!

ترجمہ قلط ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے: ”عجمی وضع اختیار نہ کرو۔“ (موضوع تذکرہ)

ایک اور حدیث:

”قاری کلام اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے، خنزیر شیطانی کام ہے،

بخاری روزخیوں کی کلام ہے، جنتیوں کی کلام عربی ہے۔“ (یہ حدیث

بھی موضوع ہے)

آگے ساتواں سبب تحریف کا لگتے ہیں:

(۷) ملا و مدح خود گوید:

۱۔ ”جو عالم کی زیارت کرے، اس نے میری زیارت کی، جو عالم سے مصافحہ

کرے، اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔“ (موضوع)

۲۔ کسی عالم کی مجلس میں حاضری ہزار رکعت نماز، ہزار مرلیضوں کی عیادت ہزار جنازوں میں شامل ہوتے سے بہتر ہے۔ (موضوع)

۳۔ «علماء امتی کا بیاد بنی اسرائیل»

تیسری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔ (موضوع)

۴۔ الشیخ فی قومہ کا النبی فی امتہ»

قوم میں شیخ ایسا ہے جیسے کہ امت میں نبی! (موضوع)

۵۔ قد ادا العلماء افضل من دمر الشهداء»

۵۔ علماء کی سیاہی شہداء کے خون سے افضل ہے۔ (موضوع)

۶۔ «اعتبروا عقل الرجل فی طول لحيته»

۶۔ جتنی داڑھی لمبی ہو، اتنی ہی عقل زیادہ ہوتی ہے۔ (موضوع)

۷۔ السواك يبين الرجل فصاحة»

۷۔ مسواک سے فصاحت بڑھتی ہے۔ (موضوع)

۸۔ جن کی عقل نہیں، ان کا دین نہیں! (موضوع)

۹۔ زکوٰۃ علماء کو دیا کرو! (موضوع)

۱۰۔ کسی جھوٹے کو کھلانا سب سے بہتر ہے، جو پیٹ بھر کر کھلانے یا

پانی سے سیراب کرے، اس کے اور آگ کے مابین سات گڑھے

بن جائینگے۔ ایک ایک گڑھا پانچ سو سال کا ہوگا۔ (موضوع)

۱۱۔ «كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب الحلاوة»

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی چیز کو پسند فرماتے تھے، دیر حدیث

صحیح ہے۔ اس میں کوئی چیز خلاف عقل، قرآن یا فطرت نہیں، لہذا

اس کو یہاں بیان کرتا ہے معنی نہیں۔

اس کے آگے بیان کیا ہے:

«تطلب المؤمن حلو ويحب الحلاوة ومن حرمها على نفسه فقد عصى الله و

مومن کا دل میٹھا ہے اور مٹھاس کو چاہتا ہے، جو اس کو اپنے آپ پر حرام کرے، اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔

”جو شخص اپنے بھائی کو علوے کا ایک لقمہ کھلائے گا، اللہ اسے محشر کی گزنی سے بچائیگا“

”شہد کو کھاؤ، خدا کی قسم جس گھر میں شہد ہوگا، اس گھر کے فرشتے اس کیلئے استغفار کریں گے۔ اگر شہد کھائی جائے تو اس کے جسم کو آگ نہیں چھوئے گی۔“

یہ تینوں روایتیں موضوع ہیں۔ محدثین نے ان کو موضوع سمجھ کر چھوڑا، اور پھانٹ دیا۔۔۔۔۔۔ یہ حفاظت حدیث کی دلیل ہے۔

اب مرغ کے بارے میں موضوع روایت بیان کرتے ہیں:

### مرغا:

سفید مرغا میرا دوست ہے اور میرے دوست جبرائیل کا دوست ہے۔ جو شخص سفید مرغا رکھیگا، وہ شیطان اور کافروں کے شر سے محفوظ رہے گا۔ (موضوع ہے)

### خضاب:

اس کے متعلق بھی ایک موضوع روایت لکھ کر، اس کا ذمہ دار حسب عادت، ملا کو ٹھہرایا ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

”نفقة المداء هم في سبيل الله بسبع مائة درهم و نفقة درهم في خضاب بسبعة آلاف“

کہ ”فی سبیل اللہ ایک درہم (خرچ کرتا) سات سو درہم کے برابر ہے، اور خضاب کا ایک درہم سات ہزار درہم کے برابر ہے۔“

اس کے بعد حسن پرستی کے متعلق لکھتے ہیں:

”النظر إلى المرأة الحسن يزيد في البصا“

”عورتوں کی شکل عورت کی طرف دیکھنے سے نظر بڑھ جاتی ہے۔“

”تمکین چہروں اور سیاہ آنکھوں سے محبت کرو، اللہ کسی بیچ چہرے کو آگ سے عذاب نہیں کرے گا۔“

یہ دونوں حدیثیں موضوع ہیں (تذکرہ)

اس باب میں موضوع حدیثیں بیان کرنے سے تو حفاظت حدیث کی تائید ہوتی ہے

پھر معلوم نہیں کہ مصنف کو ان کے لکھنے میں کیا مزا آتا ہے۔ شاید وہ ان حدیثوں پر موت تک عمل درآمد کرتے رہے ہوں۔

آگے آٹھواں سبب بیان کرتے ہیں:

ہشتم، حقائق حیات!

”ابن ابی عمیر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہومن عرق البراق“

”گلاب کا پھول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے سے یا براق کے پینے سے“

(موضوع - تذکرہ)

گندم کے متعلق:

”شمار امتی یا کون الخنطة“

”میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو گندم کھاتے ہیں۔“ (موضوع - تذکرہ)

مہربانی پر وہی عزلی میں آتی رہی، پھر وہ ترجمہ کر کے اپنی قوم کی زبان میں ادا کرتا رہا؟

جب محدثین نے ان احادیث کو چھانٹ دیا ہے تو ان کا تعلق تحریف سے نہ ہوا

بلکہ حدیث کی حفاظت سے ہوا۔

ایک سوال اور اس کا جواب؟

سوال: بعض حضرات کہتے ہیں کہ تم صحیح اور غلط کی الجھن میں کیوں پڑے ہو، جو

قرآن کے مطابق ہونے لو، جو مخالف ہو، رد کر دو؟

جواب: جو مخالف ہے وہ ہر طبقہ کے ہاں مردود ہے۔ اور جو قرآن کے موافق ہے

(دوسرا سلام صفا)

اس کی ضرورت ہی نہیں۔

الجواب: احادیث تین قسم پر ہیں:

اول مخالفت

دوم، وہ جو قرآن کی تفسیر اور بیان ہیں۔

سوم، وہ جو قرآن ہی کا مضمون بیان کرتی ہیں۔

دوسری قسم کی تو ضرورت ہے، جیسا کہ نماز کے بارہ میں آپ نے بھی آفر

فرمایا ہے۔ اور جو حدیث قرآن کے مضمون ہی کو بیان کرتی ہے، اگرچہ اس مسئلہ مذکور کے ثابت کرنے کے لئے اس کی ضرورت نہیں مگر بعض وقت قرآن اور حدیث کے بیان میں اطلاق و تفسیر وغیرہ کا فرق ہوتا ہے جس سے بعض نکات مفید مطلب ہوتے ہیں۔

اس سے آگے جو کہا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ کسی حدیث کا قرآن کے موافق ہونا اس کی صحت کی دلیل نہیں۔ ورنہ لازم آئیگا جو حدیث قرآن کے موافق ہو، وہ صحیح ہو۔ حالانکہ بہت سی احادیث ایسی ہیں جن کا مضمون قرآن سے ملتا ہے مگر علماء نے انکو اس بنا پر موضوع قرار دیا ہے کہ یہ آنحضرت (صلعم) کی بیان کردہ نہیں۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل حدیثیں لکھی ہیں:

حوالہ	کس نے وضع فراردی	حدیث
تذکرہ	ابن جوزی	(۱) الا یمنان تصدیقہ بالقلب وادراہ باللسان ایمان دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کا نام ہے
تذکرہ	ابن اصبیح، بخاری، الکلی نیشاپوری، بیہقی	طلب العلم فدیۃ من حی اکل مسلم علم کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔
تذکرہ	ابن عدی، ابن جوزی، سیوطی، ابن حبان۔	اطلبوا العلم ولو بالبعین تلاش علم میں چین تک جاؤ
تذکرہ	ابن تیمیہ	توزعوا فتمسکوا ففقدت ربکم جو اپنے آپ کو بچان لے اس نے اپنے رب کو بچھڑا
تذکرہ	سیوطی	من سرائل من فقد سرائلہ جس نے کسی مومن کو خوش کیا اس نے اللہ کو خوش کیا

اگر فن کی تصانیف میں اس قسم کی بیشتر مثالیں ملتی ہیں، حدیث کا مضمون درست

ہے، تعلیم قرآن کے عین مطابق ہے اور پھر بھی غلط! اب فرمائیے، حدیث

کو جانچنے کے لئے پیمانہ کہاں سے لائیں؟ (دو اسلام ص ۱۱)

حدیث کو جانچنے کا پیمانہ وہی ہے جو محدثین نے بیان کیا ہے اور اسی پیمانہ کے ساتھ حدیث کو پرکھا جاسکتا ہے، اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔ . . . مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ یہ حدیثیں قرآن کی کن آیات کے مطابق ہیں، صرف دعویٰ ہی دعویٰ!

## ساتواں باب

(موطا پر ایک نظر)

امام مالک بن انس ۹۳ھ ۱۹۷ھ نے جب پہلی مرتبہ موطا کو مدون کیا، تو اس میں دس ہزار احادیث درج کیں، بعد میں اس پر نظر ثانی کی تو آٹھ ہزار سات سو اسی احادیث مشکوک نظر آئیں اور انہیں نکال دیا، صرف ایک ہزار سات سو بیس رہنے دیں۔ انہوں نے انتخاب احادیث کے لئے کون سا معیار استعمال کیا، ہم نہیں جانتے۔ اس میں قطعاً کوئی کلام نہیں کہ امام مالک کا کردار تمام شہادت سے وراثت تھا اور انہوں نے صحیح کو غلط سے جدا کرنے کے لئے تمام انسانی ذرائع استعمال کئے ہوں گے۔ لیکن پوسنے دو سو برس کا عرصہ گزر چکا تھا، احادیث بڑھتے بڑھتے اور بگڑتے بگڑتے کیا سے کیا بن چکی تھیں، اس ذخیرہ سے قولِ رسول کو تلاش کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور تھا۔

ہم موطا کی تعظیم ضرور کرتے ہیں، لیکن وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسکے مندرجات واقعی اقوالِ رسول ہیں اور خصوصاً ان حالات میں اس کی بعض روایات محلِ نظر ہیں۔ مثلاً موطا میں درج ہے کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھنے سے پہلے وضو ضروری ہے اور "اذا قمتہ الى الصلوة" کی تفسیر "ای من المضاجع" یعنی النوم دی ہوئی ہے۔ لیکن صحیح بخاری کتاب الوضوء میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے یہ حدیث دی ہوئی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگے، صلوٰۃ تہجد ادا کی، ثم اضطجع فنام

حقاً نفع ثم اتقاء المنادی فقام الى الصلاة فصلا ولم يتوضأ، پھر بستر پر دراز ہو گئے، پھر سو گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ اس کے بعد نماز کے لئے بلانے والا آیا، آپ اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیئے اور وضو کے پتیر نماز پڑھ لی۔“  
(ردو اسلام ص ۱۶۳)

مصنف کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ مؤطا میں جو قرآن کی تفسیر نیند سے اٹھنے کے ساتھ کی گئی ہے، درست نہیں۔ کیونکہ بخاری کی روایت کے خلاف ہے۔ اور اس قرآن پر بچتہ وجوہ کلام ہے:

اول یہ کہ امام مالک نے نیند سے وضو نہ لٹھنے کو اسخفرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا ہوگا۔

دوم یہ کہ امام مالک کے نزدیک بھی مطلق نیند ناقض نہیں بلکہ وہ نیند ہے جو استرخا صفا کا باعث ہو۔ اور اقبیار علیہم السلام کی نیند چونکہ مستغرق نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے:

”تنام عينه ولا ينام قلبه“ (بخاری)

”آپ کی نیند آنکھ بند کرنے تک ہوتی تھی، اس میں دل پر اثر نہیں ہوتا تھا۔“

سوم۔ یہ اعراض بخاری کی حدیث کی وجہ سے ہوئے کہ قرآن کی کسی دوسری آیت سے اس کے بعد چند اور احادیث بیان کی ہیں:

۱۔ من قبل امدا تكة او مسه بايديه فعليه الوضوء“ (مؤطا ص ۳)

”جو اپنی بیوی کو بوسہ دے یا ہاتھ سے پھرتے تو اس پر وضو ہے۔“  
لیکن اسی صفحہ پر ہے:

”عن عائشة بنت النبی قبل بعض نساءہ ثم صرح الى الصلاة ولم يتوضأ“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی کا بوسہ لیا، پھر نماز کے لئے نکلے اور وضو نہ کیا۔“

.. حضور کا حکم وہ اور عمل یہ!“ (ردو اسلام ص ۱۶۳)

مگر مصنف نے مؤطا کو اچھی طرح نہیں دیکھا، وضو لٹھنے کا جس میں ذکر ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں بلکہ صحابی کا قول ہے۔ یہاں پہلا جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ امت کے لئے وضو کا حکم اسخفرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔